آٹھ تراویح کے اثبات میں
غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ

آٹھ تراویح کے اثبات میں

غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ

پہلی دلیل: حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار رکعات پڑھتے ان کی خوبی اور درازی کے بارے میں نہ پوچھو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار رکعات پڑھتے پس ان کی خوبی اور درازی کے بارے میں نہ پوچھو، پھر آپ تین رکعات (وتر) پڑھتے، الخ۔ [۱]

جب کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز کے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے، اور ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے، اور ایک وتر پڑھتے تھے، الخ۔ [۲]

جواب:

غیر مقلدین کی اپنے دعویٰ (آٹھ تراویح) کے اثبات میں اس مرکزی دلیل کے متعدد جوابات میں سے صرف دس جوابات ہدیہ ناظرین ہیں۔

جواب اوّل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ یہ دونوں حدیثیں باقرار غیر مقلدین:

---

[۱] صحیح بخاری (۱:۲۶۹)

[۲] صحیح مسلم (۱:۲۵۴) ماخوذ از تعداد رکعات قیام رمضان (ص ۱۲، ۱۳) از حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کیفیت اور عدد دونوں لحاظ سے ایک دوسرے سے معارض ہیں۔ چنانچہ کیفیت کے لحاظ سے یہ دونوں حدیثیں باہم معارض اس طرح ہیں کہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے، اور ایک وتر پڑھتے تھے، جب کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعاتیں چار چار کر کے پڑھتے تھے، یعنی ہر چار رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے، اور تین وتر (ایک سلام کے ساتھ) پڑھتے تھے۔

چنانچہ علامہ امیر یمانی صاحب ؒ غیر مقلد (م ۱۱۸۲ھ) اس حدیث کے الفاظ ''يُصَلِّي أَرْبَعًا'' کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

''يَحْتَمِلُ أَنَّهَا مُتَّصِلَاتٌ وَهُوَ الظَّاهِرُ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّهَا مُنْفَصِلَاتٌ وَهُوَ بَعِيدٌ۔''[1]

''احتمال ہے کہ یہ چار رکعتیں اکٹھی یعنی ایک سلام کے ساتھ تھیں، اور یہی اس کے ظاہری معنی ہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ چار رکعتیں علیحدہ علیحدہ یعنی دو سلاموں کے ساتھ ہوں، لیکن یہ احتمال (حقیقت سے) بعید ہے۔''

غیر مقلدین کے مشہور محدث اور مصنف مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری صاحب ؒ (م ۱۳۵۳ھ)، علامہ امیر یمانی ؒ کے مذکورہ قول کو نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

''وَالْأَمْرُ كَمَا قَالَ''۔ اصل بات وہی ہے جو علامہ امیر یمانی ؒ نے کہی ہے۔

نیز مبارکپوری صاحب اس حدیث کے الفاظ: ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تین رکعات (وتر) پڑھتے تھے) کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

[1] سبل السلام (۲:۱۴)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

"وَالظَّاهِرُ اَنَّهَا مُتَّصِلَاتٌ۔"[۱]

"ظاہر یہی ہے کہ یہ تین رکعات بھی ایک سلام کے ساتھ تھیں"

غیر مقلدین کے مجلہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور کے مفتی اور غیر مقلدین کے مشہور شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی (م ۱۴۴۲ھ) اس سوال کے جواب میں کہ کیا چار نوافل اکٹھے ایک سلام کے ساتھ پڑھے جا سکتے ہیں، لکھتے ہیں:

صحیح بخاری وغیرہ میں تہجد کے بیان میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: "کَانَ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا" کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار رکعات پڑھتے تھے، اور ظہر کے فرض سے پہلے بھی بخاری میں چار رکعات کی تصریح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چار نوافل اکٹھے پڑھنے کا جواز ہے۔[۲]

مولانا محمد صادق سیالکوٹی صاحبؒ اپنی مشہور کتاب "صلوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کا غالب معمول یہ تھا کہ آپ آٹھ رکعت تہجد چار چار رکعات کی نیت سے دو سلام میں پڑھتے تھے، اور پھر تین وتر۔[۳]

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا میاں غلام رسول صاحبؒ (م ۱۲۹۱ھ)، مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ)، نواب صدیق حسن خانؒ (م ۱۳۰۷ھ) اور ان کے صاحبزادے نواب نور الحسن (م ۱۳۳۶ھ) نے بھی ان چار رکعتوں کو ایک سلام کے

---

[۱] تحفۃ الاحوذی (۲: ۵۱۸،۵۱۷)

[۲] ہفت روزہ الاعتصام (ص ۵، ۱۲ تا ۱۸ فروری ۱۹۹۹ء)

[۳] صلوٰۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۳۷۰)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ساتھ قرار دیا ہے۔[۱]

اکابر علمائے غیر مقلدین کی ان تصریحات سے ثابت ہو گیا کہ بخاری شریف والی روایت میں یہ چار چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ مراد ہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ ہر چار رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے، اور یہ صحیح مسلم کی روایت سے معارض ہے، جس میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔ اسی طرح بخاری والی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر (ایک سلام کے ساتھ) پڑھتے تھے، جب کہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وتر پڑھتے تھے۔

نیز یہ دونوں روایتیں عدد کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے کے مخالف ہیں، کیونکہ بخاری شریف کی روایت میں آٹھ رکعات (قیام اللیل) اور تین رکعات (وتر) کا ذکر ہے، جب کہ مسلم شریف کی روایت میں (بقول غیر مقلدین) صرف ایک وتر اور دس رکعات قیام اللیل کا ذکر ہے۔

اب یہ دونوں روایتیں باقرار غیر مقلدین عدد اور کیفیت دونوں اعتبار سے ایک دوسرے سے معارض ہیں، لہٰذا دو باہم معارض روایتوں سے غیر مقلدین کا حجت پکڑنا باطل ہو گیا کیونکہ ”اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا“ (جب دو روایتیں باہم معارض ہوں تو دونوں ساقط ہو جاتی ہیں)۔

اور اس اصول کو علمائے غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ مولانا محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ) لکھتے ہیں:

سفیان و شریک کی روایت جب مختلف ہے تو موافق قاعدہ اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا

---

[۱] رسالہ تراویح مع ترجمہ ینابیع (ص ۵۸)، عون المعبود (۳: ۱۲۵)، عون الباری (۳: ۴۴۵)، فتح العلام (ص ۲۳۶)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کے ساتھ ساقط ہو جائیں گے۔ [۱]

نیز لکھتے ہیں:

روایت ابونعیم بقاعدہ: ''إِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا'' ہوگئی۔ [۲]

مولانا محمد شرف الدین دہلویؒ (م ۱۳۸۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

برابر اور ایک درجے کی دو روایتیں آپس میں متعارض اور مخالف ہوں تو دونوں گرجاتی ہیں، کسی پر عمل نہیں کیا جاتا۔ [۳]

اور بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد گوندلویؒ (م ۱۴۰۵ھ) کی تصریح کے مطابق ''صحیح بخاری'' و ''صحیح مسلم'' کی ان احادیث کی صحت قطعی ہے کہ جن کے معانی میں تعارض نہ ہو۔ [۴]

اب جب کہ مذکورہ دونوں حدیثوں کے معانی میں نہ صرف تعارض ہے، بلکہ ان دونوں کے الفاظ بھی باقرار علمائے غیر مقلدین باہم متعارض ہیں تو پھر ان کی صحت قطعی طور پر کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

اس تفصیل سے بعض غیر مقلدین کا یہ عذر لنگ بھی باطل ہوگیا کہ ''صحیح مسلم'' کی روایت ''صحیح بخاری'' کی روایت کے لیے مفسر ہے [۵]، کیونکہ جب خود علمائے غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں ثابت ہوگیا کہ یہ دونوں حدیثیں عدد اور کیفیت دونوں اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف اور معارض ہیں تو پھر ایک دوسرے کے لیے مفسر کیسے ہوگئیں؟

جوابِ ثانی: اس حدیث سے رکعاتِ تراویح پر استدلال ہی فضول ہے،

---

[۱] البرہان العُجاب (ص ۲۷۴)

[۲] ایضاً (ص ۲۸۲)

[۳] کشف الحجاب (ص ۲۸۲)

[۴] دوامِ حدیث (ص ۴۰۲) ناشر ام القریٰ پبلی کیشنز گوجرانوالہ

[۵] تعداد رکعات قیام رمضان (ص ۷۵)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں جس نماز کا تذکرہ فرما رہی ہیں وہ تہجد کی نماز ہے، اس کا تراویح کی نماز سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ چنانچہ روایت مسلم میں تو سرے سے رمضان کا ذکر ہی نہیں، لہٰذا یہ روایت تو موضوع (رکعات تراویح) سے ہی خارج ہے، کفایت اللہ سنابلی صاحب اسی طرح کی ایک روایت کو خارج از تراویح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: اور صحیح مسلم میں اس واقعہ میں رمضان کا لفظ نہیں ہے۔ [۱]

اور بخاری کی روایت میں اگرچہ رمضان کا ذکر ہے، لیکن اس میں ساتھ غیر رمضان کا لفظ بھی صریح ہے جو کہ اس کے نماز تہجد ہونے پر دال ہے۔ کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں ہوتیں، بلکہ جو نماز پورا سال (رمضان و غیر رمضان میں) پڑھی جاتی ہے وہ نماز تہجد کہلاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی بڑے بڑے محدثین نے اس حدیث کو تہجد سے متعلق قرار دیا ہے۔ مثلاً

شارح ترمذی علامہ ابو بکر ابن العربیؒ (م ۵۴۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

”فَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ زَادَ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، وَهٰذِهٖ هِيَ قِيَامُ اللَّيْلِ فَوَجَبَ اَنْ يُّقْتَدٰى فِيْهَا بِالنَّبِيِّ ﷺ۔“[۲]

”نبی اکرم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی نماز ”قیام اللیل“ (تہجد) تھی۔ پس واجب ہے کہ اس میں آپ ﷺ کی اقتداء کی جائے۔“

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اس روایت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہجد سے متعلق قرار دے کر گیارہ رکعات (تہجد مع الوتر) کی حکمت یہ بیان فرماتے ہیں:

”وَظَهَرَ لِيْ اَنَّ الْحِكْمَةَ فِيْ عَدَمِ الزِّيَادَةِ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ اَنَّ التَّهَجُّدَ وَالْوِتْرَ مُخْتَصٌّ بِصَلٰوةِ اللَّيْلِ، وَفَرَائِضُ النَّهَارِ: الظُّهْرُ

---

[۱] انوار التوضیح (ص ۱۴۸)

[۲] عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی (۴:۹)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

وَهِيَ اَرْبَعٌ، وَالْعَصْرُ وَهِيَ اَرْبَعٌ، وَالْمَغْرِبُ وَهِيَ ثَلَاثٌ وِتْرُ النَّهَارِ، فَنَاسَبَ اَنْ تَكُوْنَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ كَصَلٰوةِ النَّهَارِ فِي الْعَدَدِ جُمْلَةً وَّ تَفْصِيْلاً۔"[۱]

"مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ گیارہ رکعات سے زائد رکعت نہ ہونے کی حکمت یہ ہے کہ تہجد اور وتر رات کی نماز کے ساتھ خاص ہیں، اور دن کے فرائض گیارہ ہیں، ظہر کے چار فرض، عصر کے چار فرض، اور مغرب کے تین فرض جو دن کے وتر ہیں، پس مناسب ہوا کہ رات کی نماز بھی اجمال اور تفصیل دونوں میں دن کی نماز کے مشابہ ہو جائے۔

قاضی عیاض مالکیؒ (م ۵۴۲ھ) نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان تمام روایات کہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کا ذکر ہے، کو تراویح کی بجائے صلوٰۃ اللیل (نماز تہجد) سے متعلق قرار دیا ہے۔[۲]

محدث علامہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے بھی اس حدیث کو تہجد سے متعلق قرار دیا ہے، چنانچہ وہ حدیث ابن عباسؓ (بابت بیس تراویح) اور مذکورہ حدیثِ عائشہؓ میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ثُمَّ الظَّاهِرُ مِنْ كَلَامِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً فِيْ لَيَالِيْ رَمَضَانَ مِنْ اَوَّلِهَا وَ كَلَامُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مُصِيْرٌ اِلٰى صَلَاتِهِ التَّهَجُّدِ كَمَا بَيَّنَتْهُ بِقَوْلِهَا: يُصَلِّيْ اَرْبَعًا، ظَاهِرُهٗ اَنَّهٗ بِسَلَامٍ وَّاحِدٍ۔"[۳]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کلام (حدیث) کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کی

---

[۱] فتح الباری شرح صحیح بخاری (۲۶:۳، ۲۷)

[۲] دیکھئے شرح صحیح مسلم للنووی (۲۵:۶)

[۳] فتح المغطی شرح کتاب الموطأ (۲۹۴:۱) طبع البشری پبلشرز کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

راتوں میں بیس رکعات پڑھتے تھے، یہ اوّل رات کی نماز (تراویح) پر محمول ہے، جب کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ عَنْھَا کی حدیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نمازِ تہجد پر محمول ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ عَنْھَا نے خود اپنے اس قول میں بیان کر دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس نماز کو چار چار رکعت کر کے پڑھتے تھے، جس کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چار رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

وصحیح آنست کہ آنچہ آنحضرت ﷺ گزاردھمان نماز تھجد دے بود کہ یازدہ رکعت باشد۔ [۱]

"صحیح یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو گیارہ رکعات پڑھتے تھے وہ تہجد کی نماز تھی۔"

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں:

آن روایت محمول بر نماز تھجد است کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بود۔ [۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت تہجد پر محمول ہے کہ وہ رمضان وغیر رمضان میں برابر تھی۔

قاضی محمد بن علی شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) غیر مقلد تحریر کرتے ہیں:

"وَقَدْ وَرَدَ عَنْ عَائِشَةَ فِي الْأَخْبَارِ عَنْ صَلٰوتِهٖ بِاللَّيْلِ رِوَايَاتٌ مُخْتَلِفَةٌ...وَمِنْهَا عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ اَنَّهٗ مَا كَانَ يَزِيْدُ ﷺ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعًا۔" [۳]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رات کی نماز (تہجد) کے

---

[۱] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (۱: ۵۸) مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

[۲] فتاویٰ عزیزی (۱: ۱۱۹) مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[۳] نیل الاوطار (۱: ۵۰۰)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

متعلق مختلف روایات مروی ہیں، ان میں سے ایک بخاری اور مسلم کی روایت بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“

مشہور غیر مقلد عالم و مصنف مولانا محمد صادق سیالکوٹی صاحبؒ کا حوالہ حضرت عائشہؓ کی روایت کی وضاحت میں گزر چکا ہے۔ جس میں انہوں نے اس حدیث کو تہجد سے متعلق قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کا غالب معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ آٹھ رکعات تہجد چار چار رکعات کی نیت سے دو سلام میں پڑھتے تھے۔

اسی طرح مولانا ثناء اللہ مدنی غیر مقلد کا حوالہ بھی گزر چکا ہے جس میں انہوں نے اس حدیث کو تہجد سے متعلق قرار دیتے ہوئے لکھا تھا کہ:

صحیح بخاری وغیرہ میں تہجد کے بیان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كَانَ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا کہ نبی ﷺ چار رکعات پڑھتے تھے۔

پس جب محدثین کرام اور خود علمائے غیر مقلدین کے نزدیک بھی اس حدیث کا تعلق نمازِ تہجد سے ہے، اور مقدمہ میں تفصیل سے یہ بحث گزر چکی ہے کہ تراویح اور تہجد دو علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔ لہٰذا غیر مقلدین کا اس تہجد والی حدیث سے آٹھ تراویح پر استدلال کرنا خود بخود باطل ہو گیا۔

جواب ثالث: ہماری اس بات کی تائید کہ مذکورہ حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں بلکہ تہجد سے ہے، اس سے بھی ہوتی ہے کہ ائمۂ حدیث نے تراویح اور تہجد کے الگ الگ باب باندھے ہیں، اور اس حدیث کو تراویح کے باب میں ذکر کرنے کی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

بجائے تہجد کے باب میں ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً امام مالک ؒ (م ۱۷۹ھ) نے اپنی موطا [۱] میں، امام مسلم ؒ (م ۲۶۱ھ) نے اپنی صحیح [۲] میں، امام ترمذی ؒ (م ۲۷۹ھ) نے اپنی جامع [۳] میں، امام ابوداؤد ؒ (م ۲۷۵ھ) نے اپنی سُنن [۴] میں، امام نسائی ؒ (م ۳۰۳ھ) نے اپنی سُنن [۵] میں، امام خطیب تبریزی ؒ (م ۷۴۱ھ) نے مشکوٰۃ المصابیح [۶] میں، حافظ ابن القیم ؒ (م ۷۵۱ھ) نے زادالمعاد [۷] میں، امام محمد بن نصر مروزی ؒ (م ۲۹۴ھ) نے قیام اللیل [۸] میں، حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ (م ۸۵۲ھ) نے بلوغ المرام [۹] میں، اور اسی طرح دیگر محدثین نے بھی اپنی کتبِ حدیث میں اس حدیث کو تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے۔ اور تراویح کا باب الگ قائم کیا ہے، اور اس میں اس حدیث کو ذکر کرنا تو کجا اس کی طرف ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں کیا۔ اسی طرح مولانا محمد صادق سیالکوٹی ؒ صاحب غیر مقلد نے بھی اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول [۱۰] میں اس حدیث کو تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق تراویح کی بجائے تہجد سے ہے۔

اشکال: بعض غیر مقلدین نے اس حدیث کو تراویح سے متعلق قرار دینے کے لیے یہ

---

[۱] (ص ۴۳)

[۲] (۱:۲۵۴)

[۳] (۱:۵۸)

[۴] (۱:۱۹۶)

[۵] (۱:۱۵۴)

[۶] (۱:۱۰۶)

[۷] (۱:۸۶)

[۸] (ص ۱۲۰)

[۹] (۱:۱۳)

[۱۰] (ص ۴۰۶)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دلیل پیش کی ہے کہ امام بخاریؒ، امام بیہقیؒ اور علامہ نیمویؒ نے اس حدیث کو تراویح کے باب کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔[١]

لیکن یہ اشکال محض غلط ہے، ذیل میں ترتیب وار اس اشکال کی حقیقت ملاحظہ ہو:

(١) امام بخاریؒ (م ٢٥٦ھ) نے بخاری شریف میں اس حدیث کو کئی ابواب میں ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً کتاب التہجد میں بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ کے تحت بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ اب ''التہجد'' کے علاوہ ''رمضان وغیرہ'' کے الفاظ بھی صراحتاً اس پر دال ہیں کہ امام بخاریؒ کی مراد یہاں تہجد کی نماز بیان کرنا ہے، کیونکہ غیر رمضان میں نماز تراویح نہیں پڑھی جاتی۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے اس حدیث کو ''بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ'' کے تحت بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس باب سے امام بخاریؒ کا مقصد صرف رمضان میں قیام کرنے کی فضیلت بیان کرنا ہے، اس کی تعدادِ رکعات بیان کرنا ان کا مقصود نہیں، جیسا کہ غیر مقلدین کا دعوٰی ہے، کیونکہ اگر امام بخاریؒ کا مقصد قیام رمضان کی تعداد بیان کرنا ہوتا تو وہ باب کا عنوان ''فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ'' کی بجائے ''عَدَدِ قِيَامِ رَمَضَانَ'' قائم کرتے۔ اِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ۔

نیز یہ کہنا بھی غلط ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث پر تراویح کا باب باندھا ہے، کیونکہ انہوں نے یہاں باب کا عنوان ''قیام رمضان'' (قَامَ رَمَضَانَ) قائم کیا ہے، اور بزرگ غیر مقلد عالم مولانا عبد اللہ غازیپوریؒ (م ١٣٣٧ھ) بحوالہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ٨٥٢ھ) لکھتے ہیں:

قیام رمضان سے رمضان کی راتوں میں مطلق نماز پڑھنا مراد ہے، اور جو امام نووی نے فرمایا کہ قیام رمضان سے نماز تراویح مراد ہے، اس سے ان کا مطلب یہ ہے کہ نماز

---

[١] نور المصابیح (ص ١٣) وغیرہ۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تراویح سے بھی قیام رمضان حاصل ہو جاتا ہے، نہ یہ کہ نماز تراویح ہی سے قیام رمضان حاصل ہوتا ہے، بغیر اس کے قیام رمضان حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی قیام رمضان تراویح سے اعم ہے، کیونکہ نمازِ تراویح میں جماعت بھی شرط ہے..... اور جو کرمانی نے کہا ہے کہ: قیام رمضان سے بالاتفاق نمازِ تراویح مراد ہے، یہ انہوں نے انوکھی بات کہی ہے۔

اور پھر بحوالہ علامہ قسطلانی ؒ (م ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

قیام رمضان سے رمضان کی راتوں میں نماز پڑھنا مراد ہے، خواہ نمازِ تراویح ہو یا کوئی اور طاعت (تہجد وغیرہ۔ ناقل)[۱]

پس جب خود غیر مقلدین کے نزدیک قیام رمضان کا لفظ عام ہے جو تراویح اور تہجد دونوں کو شامل ہے۔ تو پھر اگر امام بخاری ؒ نے قیام رمضان والے عمومی باب میں اس تہجد والی حدیث کو بھی ذکر کر دیا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک بھی اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے۔

واضح رہے کہ ''صحیح بخاری'' کے تمام نسخوں میں ''فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ'' کا عنوان ہے، صرف ایک کسی نسخہ میں ''تراویح'' کا عنوان قائم ہے، جس کی نسبت امام بخاری ؒ کی طرف مشکوک ہے، چنانچہ غیر مقلد عالم مولانا محمد عبید اللہ عفیف (م ۱۴۴۳ھ) نے لکھا ہے: صحیح بخاری کے ایک نسخے میں ''کتاب صلوۃ التراویح'' عنوان ملتا ہے، باقی نسخوں میں وہ بھی نہیں، شائد شہرت کی وجہ سے کسی ناسخ نے لکھ دیا ہوگا۔[۲]

نیز مولانا عبد اللہ روپڑی ؒ غیر مقلد (م ۱۳۸۴ھ) لکھتے ہیں: اکثر محدثین قیام رمضان کا باب باندھتے ہیں۔ اور امام بخاری نے بھی ''فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ'' کا باب باندھا ہے، اور ایک نسخہ میں تراویح کا باب بھی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نسخہ والے نے بعد کو

---

[۱] فتاویٰ علمائے حدیث (۶: ۲۴۲، ۲۴۳)

[۲] ایضاً (۶: ۳۷۳)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مشہور ہونے کی وجہ سے یہ عنوان باندھ دیا ہو، یا بخاریؒ نے ہی باندھا ہو۔ [1]

ان بیانات میں مولانا عفیفؒ اور مولانا روپڑیؒ دونوں یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ امام بخاریؒ کا "فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ" کا عنوان باندھنا حتمی ہے، جب کہ جس نسخہ میں تراویح کا عنوان ملتا ہے اس کی نسبت امام بخاریؒ کی طرف مشکوک ہے، کہ ہوسکتا ہے کہ ناسخ نے یہ عنوان خود قائم کیا ہو۔ فَإِذَا جَاءَ الْإِحْتِمَالُ بَطَلَ الْإِسْتِدْلَال۔

(۲) امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے اپنی کتاب "السنن الکبریٰ" میں اس حدیث پر "بَابُ مَارُوِيَ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ" (ماہ رمضان میں رکعاتِ قیام کی تعداد سے متعلق مروی احادیث کا بیان) کا عنوان قائم کیا ہے، لیکن امام بیہقیؒ کے اس عنوان میں اجمال ہے کہ قیام سے یہاں مراد قیام اللیل ہے یا قیام رمضان؟ عین ممکن ہے کہ ان کی مراد یہاں قیام سے عام ہو جو قیام اللیل اور قیام رمضان دونوں کو شامل ہے۔ پھر اس عام عنوان کے تحت انہوں نے قیام اللیل اور قیام رمضان دونوں قسم کی احادیث کو ذکر کر فرما دیا۔ بالفرض اگر یہاں قیام سے صرف قیام رمضان ہی مراد ہے تو پھر بھی امام بیہقیؒ کے نزدیک اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ ابھی "فتاویٰ علمائے حدیث" کے حوالہ سے گزرا ہے کہ قیام رمضان تراویح سے اَعَمّ ہے، جو تراویح اور تہجد دونوں کو شامل ہے۔ فلا اشکال۔

(۳) امام محمدؒ بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) نے اس حدیثِ عائشہؓ کو اپنی کتاب موطا میں "بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَمَا فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ" کے تحت ذکر فرمایا ہے۔ اس باب سے امام محمدؒ دو چیزوں پر استدلال کرنا چاہتے ہیں۔ اول: قیام شہر رمضان کا اثبات بلا عدد رکعات، اس کے لیے انہوں نے "قیام شہر رمضان" کا عنوان قائم کیا۔ ثانی: رمضان المبارک میں عبادت (تہجد وغیرہ) کرنے کی

---

[1] فتاویٰ اہلحدیث (۱:۶۶۱)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فضیلت کا بیان، اس کے لیے انہوں نے ''وَمَافِیْهِ مِنَ الْفَضْلِ'' (یعنی رمضان المبارک میں (عبادت کی) جو فضیلت ہے اس کا بیان) کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس باب کے تحت انہوں نے پہلے نمبر پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رمضان المبارک میں تین دن نماز پڑھنے کا ذکر ہے، اور تعدادِ رکعات کا اس میں کوئی تعین نہیں ہے۔ اور دوسرے نمبر پر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت نقل کی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نماز تہجد کی گیارہ رکعات پڑھنا مذکورہ ہے۔ اب باب کی پہلی حدیث کا تعلق عنوان کے پہلے حصے ''قیام شہر رمضان'' سے ہے، اور دوسری حدیث کا تعلق عنوان کے دوسرے حصے ''وَمَافِیْهِ مِنَ الْفَضْلِ'' سے ہے، کیونکہ رمضان المبارک میں دیگر عبادات کی طرح نماز تہجد پڑھنے کی بھی بہت زیادہ فضیلت ہے، اس لیے امام موصوف نے اس تہجد والی حدیث کو باب کے دوسرے عنوان ''وَمَافِیْهِ مِنَ الْفَضْلِ'' کے تحت ذکر فرمایا۔ لہٰذا اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک حدیث مذکورہ کا تعلق نماز تراویح سے ہے۔

(۴) علامہ نیموی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۲ھ) نے اگرچہ اس حدیث پر ''اَلتَّرَاوِیْحُ بِثَمَانِ رَکَعَاتٍ'' کا باب باندھا ہے، لیکن ان کی اس تبویب سے یہ استدلال کرنا کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے، غلط ہے، کیونکہ ان کی کتاب ''آثار السنن'' کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں کہ ان کی پوری کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ وہ اکثر اختلافی مسائل میں پہلے اپنے مخالف مسلک کے مطابق باب قائم کرتے ہیں، اور اس کے تحت وہ دلائل ذکر کرتے ہیں جن سے مخالف نے استدلال کیا ہے، خواہ ان مستدلات کا تعلق ان کے نزدیک مذکورہ باب سے ہو یا نہیں، اس کے بعد وہ اپنے مسلک کے مطابق باب قائم کر کے اپنے مستدلات ذکر فرماتے ہیں۔ صرف ابواب الوتر

[Website: DifaAhleSunnat.com]

میں ان کی بیان کردہ ترتیب کو دیکھ لیں کہ رکعاتِ وتر کی تعداد بیان کرتے وقت انہوں نے پہلے باب ''اَلْوِتْرُ بِخَمْسٍ اَوْ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ'' کا عنوان قائم کرکے اس قسم کی احادیث کو جمع کیا ہے۔ پھر ''بَابُ الْوِتْرِ بِرَکْعَۃٍ'' قائم کرکے اس کے تحت اس موضوع کی احادیث ذکر فرمائیں، اور پھر اس کے بعد اپنے مسلک کے مطابق ''اَلْوِتْرُ بِثَلَاثِ رَکَعَاتٍ'' کا باب قائم کرکے اس کے تحت اپنی مستدل احادیث کو جمع فرمایا۔ حالانکہ ان کے نزدیک صرف تین رکعات وتر پڑھنا ہی راجح ہے، بعینہ اسی طرح انہوں نے رکعات تراویح بیان کرتے وقت پہلے غیر مقلدین کے مسلک کے مطابق ''بَابُ التَّرَاوِیْحِ بِثَمَانِ رَکَعَاتٍ'' قائم کرکے ان کے مستدلات کو ذکر کیا، اور اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کو بھی ذکر کیا، اور پھر آخر میں اپنے مسلک کے مطابق ''بَابٌ فِی التَّرَاوِیْحِ بِعِشْرِیْنَ رَکَعَاتٍ'' قائم کرکے اپنے مستدلات ذکر کئے۔ لہٰذا اگر انہوں نے غیر مقلدین کے مسلک کے مطابق حدیثِ عائشہؓ کو تراویح کے باب میں ذکر کیا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود علامہ نیمویؒ کے نزدیک بھی اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے۔

پس غیر مقلدین کا یہ کہنا غلط ثابت ہوگیا کہ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ)، امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ)، امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) اور علامہ نیمویؒ (م ۱۳۲۲ھ) کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تعلق تراویح کے باب سے ہے۔

جوابِ رابع: اگر اس صحیح السند حدیث کا تعلق تراویح سے ہوتا جیسا کہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے تو پھر بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کرام کبھی بھی یہ نہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رکعاتِ تراویح کی بابت کوئی بھی عدد کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں، حالانکہ بخاری شریف کی یہ روایت ان کے بھی زیر نظر اور زیر مطالعہ تھی، اور وہ حضرات آج کل کے غیر مقلدین سے احادیث کو جاننے اور سمجھنے میں زیادہ ماہر تھے، کیونکہ عصرِ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حاضر کا کوئی غیر مقلد عالم ان کے علم و فضل کے پاسنگ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود یہ جبالِ علم صاف صاف اقرار کرتے ہیں کہ کسی بھی صحیح روایت میں نبی ﷺ کی نماز تراویح کی تعداد منقول نہیں۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

''اَنَّ الْعُلَمَاءَ اخْتَلَفُوْا فِیْ عَدَدِھَا وَلَوْ ثَبَتَ مِنْ فِعْلِ النَّبِیِّ ﷺ لَمْ یُخْتَلَفْ فِیْھَا''۔[۱]

''علمائے کرام نے تراویح کے عدد میں اختلاف کیا ہے، اور اگر تراویح کا کوئی خاص عدد نبی ﷺ کے عمل سے ثابت ہوتا تو اس میں اختلاف نہ ہوتا''۔

نیز سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''وَاِنَّمَا صَلّٰی لَیَالِیَ صَلٰوۃً لَمْ یُذْکَرْ عَدَدُھَا''[۲]

''نبی ﷺ نے صرف چند راتیں تراویح کی نماز پڑھی ہے جس کا کوئی عدد (صحیح احادیث میں) مذکور نہیں۔''

نیز تراویح کی تعداد کے بارے میں علمائے کرام کے مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''وَلَوْ ثَبَتَ عَدَدُھَا بِالنَّصِّ لَمْ تَجُزِ الزِّیَادَۃُ عَلَیْہِ''[۳]

''اگر تراویح کا کوئی عدد کسی نص سے ثابت ہوتا تو اس پر زیادتی جائز نہ ہوتی''

امام سیوطیؒ کی ان عبارات سے جہاں غیر مقلدین کے اس دعوٰی کی تردید ہوتی

---

[۱] المصابیح (ص ۳۰) الحاوی للفتاوی (۱:۴۱۵)، (۱:۳۳۶)

[۲] المصابیح (ص ۱۴)، الحاوی (ص ۱:۴۱۳)

[۳] الحاوی (۱:۴۱۵)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صرف آٹھ رکعات تراویح کا عدد ثابت ہے، وہیں ان کا امام سیوطیؒ کی ان عبارات کی یہ تاویل کرنا بھی باطل ہو جاتا ہے کہ امام سیوطیؒ کی مراد ان عبارات سے بیس تراویح کی نفی کرنا ہے۔ اس لیے کہ وہ تو مطلق عدد کی نفی فرما رہے ہیں جو آٹھ، بیس وغیرہ سب کو شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسئلۂ رکعاتِ تراویح میں غیر مقلدین کے سب سے بڑے وکیل مولانا نذیر احمد رحمانی صاحبؒ (م ۱۳۸۵ھ) نہ مانتے مانتے بھی یہ حقیقت ماننے پر مجبور ہو گئے کہ:

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ امام سیوطیؒ کے نزدیک بجائے بیس کے اگر آٹھ رکعات بلاوتر ثابت ہیں، جیسا کہ ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح ابن حبان'' وغیرہ کے حوالے سے انہوں نے بیان کیا ہے تو اس پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ (انہوں نے یہ بھی فرمایا) ''لَوْ ثَبَتَ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَمْ يُخْتَلَفْ فِيْهِ'' تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ معارضہ اس وقت صحیح ہوتا جب امام سیوطیؒ اس عدد کو تحدید و تضییق کے ساتھ ثابت مانتے۔[۱]

معلوم ہوا کہ امام سیوطیؒ رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث کو رکعات تراویح کی تحدید (کہ صرف آٹھ تراویح ہی سنت ہیں) میں ثابت نہیں مانتے۔ وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔

اسی طرح امام تاج الدین سبکیؒ (م ۷۵٦ھ) ''شرح منہاج'' میں لکھتے ہیں:

''اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَمْ يُنْقَلْ كَمْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ اللَّيَالِي هَلْ هُوَ عِشْرُوْنَ اَوْ اَقَلُّ، قَالَ: وَمَذْهَبُنَا اَنَّ التَّرَاوِيْحَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً۔''[۲]

''جان لو کہ یہ منقول نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جن راتوں میں نماز تراویح پڑھی تھی

---

[۱] انوار المصابیح (ص ۵۰)

[۲] المصابیح (ص ۴۱) الحاوی (۱:۴۱۷)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ان کی تعداد بیس رکعات تھی، یا اس سے کم (آٹھ وغیرہ) اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں''[۱]

غیر مقلدین کے مسلمہ شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ ھ) فرماتے ہیں:

''وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ قِیَامَ رَمَضَانَ فِیْہِ عَدَدٌ مُعَیَّنٌ مُوَ قَّتٌ عَنِ

---

[۱] بعض غیر مقلدین (مولانا نذیر رحمانی صاحب وغیرہ) نے امام سبکیؒ کی مذکورہ بالا عبارت کی یہ توجیہ کی ہے کہ: اِعْلَمْ اَنَّہٗ لَمْ یُنْقَلْ الخ... سے ان کا مقصد یہ ہے کہ صحیحین یا سنن کی جن روایتوں میں تین راتوں کی تفصیلات مذکور ہیں ان روایتوں میں کوئی عدد منقول نہیں ہے کہ رکعات کی تعداد بیس ہے یا اس سے کم۔ یہ منشا نہیں کہ مطلقاً فعل نبوی سے تراویح کا کوئی عدد منقول ہی نہیں۔ انوار المصابیح (ص ۴۶) وغیرہ۔ لیکن غیر مقلدین کی بیان کردہ یہ توجیہ محض دفع الوقتی ہے. کیونکہ امام سبکیؒ نے اپنی اس عبارت میں نہ تو صحیحین یا سنن کی روایات کی طرف اشارہ کیا ہے، اور نہ ہی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین دن والی تراویح کی جماعت کا تذکرہ کیا ہے، بلکہ انہوں نے تو مطلق عدد تراویح کی نفی فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جتنی بھی راتیں نماز تراویح پڑھی ہے، خواہ جماعت کے ساتھ یا بلا جماعت، ان کی رکعات کی تعداد کسی بھی صحیح روایت میں منقول نہیں ہے، نہ صحیحین و سنن کی روایات میں اور نہ ہی ''صحیح ابن حبان'' یا ''قیام اللیل'' وغیرہ کی کسی روایت میں۔ چنانچہ وہ دوسری جگہ روایت ابی شیبہ (بیس رکعات) اور روایت ابن جاریہ (گیارہ رکعات) دونوں کو ذکر کر کے لکھتے ہیں فَھٰذَانِ الْحَدِیْثَانِ مُتَکَافِئَانِ فِی الضَّعْفِ بَلْ ھٰذَا اَضْعَفُ وَاَنْکَرُ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ شَیْبَۃَ۔ وَرَجَعْنَا اِلٰی اَنَّہٗ لَیْسَ مَعَنَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ یَدُلُّ عَلٰی عَدَدِ الرَّکَعَاتِ الَّتِیْ صَلَّاھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (ضوء المصابیح ص ۲۰۴) یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں، بلکہ یہ حدیث (روایت ابن جاریہ) ابوشیبہ والی روایت سے زیادہ ضعیف اور منکر ہے، لہٰذا ہم اسی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں، جو اس پر دلالت کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعات تراویح پڑھی ہیں۔

نیز جب اُن کو معلوم ہوا کہ ایک ظاہری المذہب شخص نے روایت حضرت عائشہؓ سے گیارہ رکعات تراویح پر استدلال کیا ہے، تو انہوں نے اس کا سختی سے رد کیا، اور اس کے اس استدلال کو غلط قرار دیا۔ دیکھئے ضوء المصابیح (ص ۱۲۰)

نیز انہوں نے حدیثِ عائشہؓ کے متعدد جوابات دیے ہیں، اور یہ ثابت کیا ہے کہ اس حدیث سے صرف گیارہ رکعات مسنون ہونے پر استدلال باطل ہے۔ دیکھئے کتاب مذکور (ص ۳۳۱۔ ۳۳۷)

معلوم ہوا کہ امام موصوف کے نزدیک حدیث عائشہؓ و حدیث جابرؓ یا کسی اور حدیث سے گیارہ رکعات پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

النَّبِيّ ﷺ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ فَقَدْ اَخْطَأَ ۔"[۱]

"جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ تراویح میں کوئی عدد معین ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہے کہ جسے نہ زیادہ کیا جا سکتا ہے اور نہ کم تو وہ شخص غلطی پر ہے"

نیز فرماتے ہیں:

"وَاِنَّهٗ لَا يُتَوَقَّتُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ فَاِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَتَوَقَّتْ فِيْهَا عَدَدًا ۔"[۲]

تراویح میں کوئی عدد مقرر نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں کوئی عدد مقرر

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اسی طرح مولانا رحمانی صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ علامہ سبکیؒ نے جوریؒ کے حوالہ سے امام مالکؒ کا یہ قول بلا رد و انکار نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جس عدد تراویح پر جمع کیا، وہ مجھے پسندیدہ ہے، اور وہ گیارہ رکعات ہیں، اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ گیارہ رکعات کی بابت ان کو امام مالکؒ کا یہ قول تسلیم ہے کہ: هِيَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ انوار المصابیح (ص ۴۵) اول اس وجہ سے کہ اس ضعیف قول کو نقل کرنے والے امام سیوطیؒ ہیں، نہ کہ امام سبکیؒ، جیسا کہ خود رحمانی صاحب کے ہم مسلک غیر مقلدین کو بھی یہ بات تسلیم ہے۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحبؒ (م ۱۳۷۵ھ) ، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) اور حافظ زبیر علی زئی (م ۱۴۳۵ھ) وغیرہ نے اس قول کا ناقل امام سیوطیؒ کو قرار دیا ہے۔ دیکھئے انارۃ المصابیح (ص ۳۷، ۴۳)، تحفۃ الاحوذی (۳: ۵۲۳)، صلوٰۃ التراویح (ص ۱۳)

پس جب علامہ سبکیؒ نے اس قول کو نقل ہی نہیں کیا تو پھر رحمانی صاحب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اس قول کو تسلیم بھی کر لیا ہے۔

ع بسوخت عقل ز حیرت ایں چہ بوالعجبیست

ثانیاً: اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ امام سبکیؒ نے ہی اس قول کو نقل کیا ہے، تو پھر بھی یہ کہنا غلط ہے کہ انہوں نے اس قول کی صحت کو بھی تسلیم کر لیا ہے، کیونکہ انہوں نے تو اس ضعیف اور منکر قول کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ: وَمَذْهَبُنَا اَنَّهَا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً ۔ (ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں) کیا رحمانی صاحب یا کوئی بھی غیر مقلد عالم امام سبکیؒ جیسے متبع سنت اور عاشق صادق عالم کے بارے میں یہ تصور کر سکتا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمرؓ کی نمازِ تراویح تو گیارہ رکعت تھیں، لیکن میرا مذہب بیس رکعات کا ہے۔ اِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ

[۱] مجموعۃ الفتاویٰ (۱۱: ۵۲۰)

[۲] الفتاویٰ الکبریٰ (۱: ۲۷۷)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نہیں فرمایا۔ [۱]

---

[۱] مولانا رحمانی صاحب نے اپنی عادت مستمرہ کے موافق حافظ ابن تیمیہؒ کی ان واضح اور صریح عبارتوں سے جان چھڑانے کے لیے وہی رَوِش اختیار کی جو وہ امام سبکیؒ وغیرہ علماء کی عبارتوں کے ساتھ انجام دے چکے ہیں۔ چنانچہ رحمانی صاحب حافظ موصوفؒ کی مذکورہ بالا عبارت کی یوں توجیہ بیان کرتے ہیں: حافظ ابن تیمیہؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے اگرچہ گیارہ یا تیرہ رکعات ثابت ہیں، لیکن ان کی تحدید کسی حدیث میں نہیں ہے۔ گویا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے گیارہ رکعات کی نفی نہیں بلکہ اس کی تحدید وتعیین کی نفی کی ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی قولی یا فعلی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکعات کی کوئی حد مقرر فرمائی ہو کہ اس میں نہ کوئی کمی ہوسکے اور نہ زیادتی، اور یہی بات ہم اہل حدیث بھی کہتے ہیں کہ گیارہ رکعات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے اور یہی سنت اور بہتر ہے، لیکن اس کے ساتھ اگر کوئی شخص اس سے کم وبیش بطور نوافل پڑھنا چاہے تو اس کی کوئی ممانعت نہیں۔ محصلہ انوار المصابیح (ص ۴۴)

لیکن رحمانی صاحب کی یہ ساری توجیہ محض حافظ ابن تیمیہؒ کی عبارت سے جان چھڑانے کے لیے ایک ناکام حیلہ اور بے سود تدبیر ہے، کیونکہ غیر مقلدین کے مذہب اور حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب میں زمین اور آسمان کا فرق ہے، غیر مقلدین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے صرف گیارہ رکعات کو مسنون کہتے ہیں، نہ گیارہ سے کم اور نہ ہی گیارہ رکعات سے زائد کو وہ سنت سمجھتے ہیں، اور یہی تحدید اور تضییق ہے جس کو حافظ ابن تیمیہؒ غلطی اور خطاء بتلا رہے ہیں، تو پھر غیر مقلدین اور حافظ ابن تیمیہؒ کا موقف ایک جیسا کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا عصر حاضر کے غیر مقلدین جو صرف گیارہ رکعات کے قائل ہیں وہ گیارہ رکعات سے کم یا اس سے زائد رکعات پڑھنے کو سنت کہنے کے لیے تیار ہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ ان میں سے بعض تو گیارہ رکعات سے زائد تراویح پڑھنے کو بدعت اور حرام تک کہہ دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اگر یہ تحدید اور تضییق نہیں کہ جس کا ابن تیمیہؒ سختی سے رد کر رہے ہیں تو پھر نہ جانے یہ تحدید کس چیز کا نام ہے؟ رہا یہ کہنا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے تسلیم کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ یا تیرہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر انہوں نے اس گیارہ یا تیرہ والی روایت کو ذکر کیا ہے تو ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اس حدیث میں اضطراب ہے، اور یہ کہ یہ حدیث خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف ہے، اور انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے اگر کوئی گیارہ یا تیرہ رکعات پڑھنا چاہے بھی تو اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اتنا لمبا قیام کرے جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبا قیام کرتے تھے۔ یعنی صرف ایک رکعت میں تقریباً سوا پانچ پارے (حافظ صاحبؒ کی یہ تمام عبارتیں حصہ اول میں گزر چکی ہیں۔ فَلْيُرَاجِعْ الیھا)۔ کیا غیر مقلدین حافظ ابن تیمیہؒ کی ان باتوں کو تسلیم کرتے ہیں؟

الغرض غیر مقلدین حافظ ابن تیمیہؒ کی عبارات کی جو بھی تاویل کرنا چاہیں کرلیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے کہ وہ ایسے شخص کو خطا کار کہتے ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے صرف گیارہ رکعات کو مسنون سمجھتا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

خود غیر مقلدین کے اپنے بڑے بڑے علماء بھی یہ حقیقت کھلے دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ رکعاتِ تراویح کی بابت رسول اللہ ﷺ سے کوئی عدد کسی صحیح روایت میں مروی نہیں ہے۔علمائے غیر مقلدین کی یہ عبارات مقدمہ میں گزر چکی ہیں۔ یاد دہانی کے لیے دوبارہ نذر قارئین ہیں۔

قاضی محمد بن علی شوکانی ؒ (م ۱۲۵۰ھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت سمیت اس موضوع سے متعلق متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

”وَالْحَاصِلُ اَنَّ الَّذِیْ دَلَّتْ عَلَیْهِ اَحَادِیْثُ الْبَابِ وَمَا یُشَابِهُهَا هُوَ مَشْرُوْعِیَّةُ الْقِیَامِ فِیْ رَمَضَانَ وَالصَّلٰوةُ فِیْهِ جَمَاعَةً وَفُرَادَی، فَقَصْرُ الصَّلٰوةِ الْمُسَمَّاةِ بِالتَّرَاوِیْحِ عَلٰی عَدَدٍ مُّعَیَّنٍ وَتَخْصِیْصُهَا بِقِرَاءَةٍ مَّخْصُوْصَةٍ لَمْ یَرِدْ بِهٖ سُنَّةٌ۔“[۱]

”خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس باب میں ذکر کردہ احادیث اور ان جیسی دوسری احادیث سے جو بات ثابت ہوتی ہے، وہ صرف رمضان المبارک میں قیام اور اس کو باجماعت یا اکیلے ادا کرنے کی مشروعیت ہے۔پس اس نماز کہ جس کا نام تراویح ہے،کو کسی عدد معیّن پر بند کر دینا (جیسا کہ آج کل کے غیر مقلدین صرف آٹھ رکعات کو سنت نبوی کہتے ہیں۔ناقل) اور کسی مخصوص قرأت کے ساتھ خاص کر دینا رسول اللہ ﷺ کی سنت میں وارد نہیں ہے۔“

گویا شوکانی صاحب ؒ کے نزدیک رکعاتِ تراویح کی بابت جتنی بھی مرفوع احادیث ذکر کی جاتی ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں، یا وہ تراویح سے غیر متعلق ہیں۔ نیز شوکانی ؒ نے یہاں مطلق سنت کی نفی کی ہے جو سنت قولی، سنت فعلی اور سنت تقریری تینوں کو شامل

---

[۱] نیل الاوطار (۱: ۵۱۴)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہے۔لہٰذا اس سے غیر مقلدین کی تینوں دلیلیں (سنت فعلی بروایت عائشہؓ و بروایت جابرؓ اور سنت تقریری بروایت اُبی بن کعبؓ) کی نفی اور ان کے دعوٰی کا باطل ہونا ثابت ہوگیا۔ [۱]

اسی طرح علامہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (م ۱۳۰۷ھ، جن کو غیر مقلدین چودھویں صدی کے مجدد اور محقق اعظم کے لقب سے پکارتے ہیں) فرماتے ہیں:

''وَلَمْ يَأْتِ تَعَيُّنُ الْعَدَدِ فِي الرِّوَايَاتِ الصَّحِيحَةِ الْمَرْفُوعَةِ'' [۲]

''تراویح کے عدد (گیارہ یا تیرہ رکعات وغیرہ) کی تعیین صحیح مرفوع روایتوں میں نہیں آئی ہے۔''

نواب صاحبؒ کے صاحبزادے اور مشہور غیر مقلد نواب نور الحسن خان صاحبؒ

---

[۱] مولانا نذیر رحمانی صاحبؒ نے علامہ شوکانیؒ کی مذکورہ بالا عبارت کی یہ توجیہ کی ہے کہ علامہ موصوف نے حضرت عائشہؓ کی حدیث لا کر اس کے بارے میں لکھا ہے کہ آٹھ رکعات کا عدد آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، لہٰذا وہ آٹھ رکعات فعل نبوی سے تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس پر حصر کر دینا کہ نفلی طور پر اس سے زیادہ نہیں پڑھ سکتے، اس کو وہ صحیح نہیں سمجھتے۔ انوار المصابیح (ص ۵۳،۵۴) حالانکہ رحمانی صاحبؒ کی یہ توجیہ بھی محض ''خوئے بد را بہا نہائے بسیار'' کا مصداق ہے، کیونکہ اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے رات کی نماز میں (خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان) آٹھ رکعات کا عدد ثابت ہے، لیکن کیا اس کا تعلق تراویح سے ہے بھی یا نہیں؟ اور کیا اس کی وجہ سے صرف آٹھ رکعات کو مسنون کہنا اور سنت کو اس عدد میں محصور کرنا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ علامہ شوکانیؒ اسی سوال کا جواب نفی میں دے رہے ہیں کہ سنت سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی، جس کا صاف مطلب ہے کہ وہ اس حدیث کو تراویح کے متعلق نہیں سمجھتے، بلکہ اس کو تہجد کے متعلق قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا رحمانی صاحبؒ کی اس توجیہ کا بھی باطل ہونا ظاہر ہے۔

[۲] الانتقاد الرجیع (ص ۱۸۵) طبع دار ابن حزم بیروت

[Website: DifaAhleSunnat.com]

(م ۱۳۳۶ھ) ارقام فرماتے ہیں:

"وبالجملة عددے معین در مرفوع نیامدہ"[۱]

"خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی مرفوع روایت میں تراویح کا کوئی معین عدد مذکور نہیں"

غیر مقلدین کے معتبر اور مستند عالم، مترجم صحاح ستہ علامہ وحید الزمان (م ۱۳۳۸ھ) جن کے بارے میں مشہور غیر مقلد مولانا بدیع الدین شاہ راشدی (م ۱۴۱۶ھ) یہ القاب بیان کرتے ہیں: نواب عالی جناب، عالم باعمل، فقیہ وقت، محبّ السنۃ وحید الزمان بن مسیح الزمان الدکنی[۲]) بھی اس حقیقت کو کھلے دل سے تسلیم کرتے ہیں:

"وَلَا يُتَعَيَّنُ لِصَلٰوةِ لَيَالِي رَمَضَانَ يَعْنِي التَّرَاوِيحَ عَدَدٌ مُعَيَّنٌ۔"[۳]

"رمضان المبارک کی رات کی نماز یعنی تراویح کے لیے (احادیث میں) کوئی عدد معین نہیں ہے"

مولانا میاں غلام رسول صاحب (م ۱۲۹۱ھ، جو غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دھلویؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔[۴]) حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَمْ يُوَقِّتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي التَّرَاوِيحِ عَدَدًا مُعَيَّنًا"[۵]

"جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تراویح میں کوئی تعداد مقرر نہیں فرمائی"

قارئین! محدثین کرام اور علمائے غیر مقلدین کے ان مذکورہ بالا بیانات سے یہ

---

[۱] عرف الجادی (ص ۸۷) مطبوعہ مطبع شاہجہانی بھوپال

[۲] ہدایۃ المستفید (۱:۱۰۴)

[۳] نزل الابرار (۱:۱۲۶) مطبوعہ مطبع سعید المطابع بنارس ۱۳۲۸ھ

[۴] تاریخ اہلحدیث (ص ۴۳۳)

[۵] ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح (ص ۴۹، ۵۰)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

بات واضح ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ سے رکعات تراویح کی بابت کوئی معین عدد منقول نہیں۔ لہٰذا عصر حاضر کے غیر مقلدین کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو دراصل نماز تہجد سے متعلق ہے، سے رکعاتِ تراویح پر استدلال کرنا بالکل غلط، اور اپنے ہی اکابر کی تصریحات کی خلاف ورزی ہے۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

جواب خامس:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں جس نماز کا تذکرہ فرما رہی ہیں، وہ آپ ﷺ آخر شب میں پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ اس نماز کے وقت کی بابت جب ان سے پوچھا گیا تو جنابہ صدیقہؓ نے فرمایا: كَانَ يَنَامُ اَوَّلَهٗ وَيَقُوْمُ آخِرَهٗ فَيُصَلِّيْ۔ [۱] یعنی آپ ﷺ رات کے پہلے حصہ میں آرام فرماتے تھے اور آخری حصہ میں اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

اسی طرح ایک اور سوال کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كَانَ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ۔" [۲]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب (آخر شب) مرغ کی آواز سنتے تھے۔"

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا میاں غلام رسول صاحبؒ (م ۱۲۹۱ھ) لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ سونے کے بعد (آخر شب) یہ نماز پڑھتے تھے۔ [۳]

---

[۱] صحیح بخاری (۱: ۱۵۴) بحوالہ حی علی الصلوۃ (ص ۳۶) از خواجہ محمد قاسم غیر مقلد

[۲] صحیح بخاری (۱: ۱۵۲، رقم الحدیث: ۱۱۳۲، ۶۴۶۱)

[۳] رسالہ تراویح (ص ۵۹)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور آخر شب میں جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ (م ۱۳۶۷ھ) اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے، اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ [۱]

مولانا صلاح الدین یوسف غیر مقلد (سابق ایڈیٹر ہفت روزہ الاعتصام) لکھتے ہیں:

بہر حال تہجد کا مفہوم رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نوافل پڑھنا ہے، ساری رات قیام اللیل کرنا خلاف سُنت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر تہجد پڑھتے۔ [۲]

بنابریں غیر مقلدین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخر شب کی نماز (تہجد) سے اول شب کی نماز (تراویح) پر استدلال کرنا خود اپنے طے شدہ اصولوں کی روشنی میں باطل ہو گیا۔

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا میاں غلام رسول صاحب ؒ (م ۱۲۹۱ھ) اپنے ان ہم مسلک غیر مقلدین پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جائے تو آٹھ رکعات والے حضرات کئی وجوہ سے سنت کو بدلتے ہیں، اور شور و غل صرف بیس کے عدد پر برپا کرتے ہیں۔ اولاً وقت کو بدلتے ہیں کہ وہ رات کے ابتدائی حصہ میں پڑھتے ہیں، اور ''سفر سعادت'' میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کبھی رات کے اول حصہ میں، کبھی درمیان میں، اور اکثر رات کے آخری حصہ میں ادا کرتے تھے۔ [۳]

---

[۱] فتاویٰ ثنائیہ (۱: ۶۸۲) ناشر: ادارہ ترجمان السنۃ لاہور

[۲] تفسیری حواشی (ص ۷۸۹) مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ پریس سعودی عرب

[۳] ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح (ص ۵۸)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جواب سادس:

اگر بالفرض غیر مقلدین کا یہ دعویٰ مان ہی لیا جائے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے، اور تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے، تو پھر بھی ان کا اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے صرف آٹھ رکعت پر اکتفا کرنا اور اسی عدد کو سنت کہنا غلط ہے۔ کیونکہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آٹھ رکعات پڑھنا ثابت ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آٹھ رکعات سے کم اور آٹھ رکعات سے زائد پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کی متعدد صورتیں منقول ہیں جن کی صحت خود علمائے غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے۔

چنانچہ علامہ شوکانی ؒ (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

”وَقَدْ وَرَدَ عَنْ عَائِشَةَ فِي الْاِخْبَارِ عَنْ صَلَاتِهِ ﷺ بِاللَّيْلِ رِوَايَاتٌ مُخْتَلِفَةٌ ....

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز سے متعلق مختلف احادیث روایت کی گئی ہیں۔“

اس کے بعد شوکانی صاحب ؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام اللیل کی مختلف صورتیں (دس رکعات، آٹھ رکعات، نو رکعات مع الوتر، سات رکعات مع الوتر وغیرہ) بلا رد و انکار نقل کی ہیں۔ [۱]

اسی طرح اکابر علمائے غیر مقلدین میں سے علامہ امیر یمانی ؒ (م ۱۱۸۲ھ) لکھتے ہیں:

” اِعْلَمْ اَنَّهُ قَدِ اخْتَلَفَتِ الرِّوَايَاتُ عَنْ عَائِشَةَ فِيْ كَيْفِيَّةِ

---

[۱] نیل الاوطار (۱:۵۰۰)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

صَلَاتِهٖ ﷺ فِي اللَّيْلِ وَعَدَدِهَا، فَقَدْ رُوِيَ عَنْهَا سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدٰى عَشْرَةَ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمِنْهَا هٰذِهِ الرِّوَايَةُ: كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ عَشْرَ رَكْعَاتٍ وَيُوْتِرُ سَجْدَةً أَيْ رَكْعَةً وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَتِلْكَ ثَلَاثُ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔ الخ۔"[1]

"جان لو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کی کیفیت اور تعداد میں روایات مختلف ہیں، چنانچہ آپ ﷺ سے (وتر سمیت) سات رکعات، نو رکعات، گیارہ رکعات علاوہ دو رکعات سنت فجر کے، مروی ہیں، اور ان روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز میں دس رکعات پڑھتے تھے، اور ایک رکعت وتر اور دو رکعات سنت فجر پڑھتے تھے، یہ کل تیرہ رکعات ہوئیں، ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ صبح کی دو سنتوں سمیت پندرہ رکعات پڑھتے تھے۔ الخ"

مولانا میاں غلام رسول صاحب ؒ (م ۱۲۹۱ھ) لکھتے ہیں:

امام قاضی عیاض ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ کی روایت میں جو حضرت سعد بن ہشام ؒ کی سند سے آتی ہے، ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نو رکعت (مع الوتر) پڑھتے تھے، اور بسند عروہ ؒ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ گیارہ رکعت پڑھتے تھے جن میں وتر بھی ہوتے تھے، جن کی ہر دو رکعت کے بعد سلام کہتے تھے، اور جب آپ کے پاس مؤذن آ چکتا تو آپ ﷺ صبح کی دو سنتیں پڑھتے تھے۔ اور حضرت ہشام ؒ بن عروہ ؒ کی روایت میں جو حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے، یہ آتا ہے کہ آپ ﷺ تیرہ رکعت ادا کرتے جن میں صبح کی دو سنتیں بھی

---

[1] سبل السلام (۲: ۱۴)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہوتی تھیں، اور حضرت عائشہؓ سے یہ روایت بھی آتی ہے کہ آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، اور ان سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ تیرہ رکعت پڑھتے تھے، آٹھ اور پھر تین وتر اور پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور ان سے بخاری میں یہ بھی ہے کہ آپ کی رات کی نماز سات اور نو رکعت (مع الوتر) ہوتی تھی۔ [۱]

نیز میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

مصنف سفر سعادت نے (رسول اللہ ﷺ کی) رات کی نماز کے باب میں آٹھ صورتیں لکھی ہیں جو سب کی سب صحیح ہیں۔ پس جو کچھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے، یہ خبر دینا بھی ان کا اپنی باری کے دنوں کا ہے جو سال کے چھتیس دن ان کی باری کے ہوتے تھے۔ خود حضرت عائشہؓ اور اس طرح دوسرے حضرات سے گیارہ سے کم اور زیادہ کی روایات گزر چکی ہیں۔ [۲]

غیر مقلدین کے محقق اعظم مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) حافظ عینیؒ (م ۸۵۵ھ) کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اَنَّهٗ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ قَدْ يُصَلِّيْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً سِوَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔“[۳]

”یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کبھی فجر کی دو رکعات کے علاوہ بھی تیرہ

---

[۱] ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح (ص ۴۸، ۴۹)

[۲] ایضاً (ص ۵۱)

[۳] تحفۃ الاحوذی (۳: ۵۲۴)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

رکعات پڑھی ہیں۔"[۱]

مبارکپوری کے استاذ مولانا عبد اللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) اور مولانا محمد یحییٰ منڈی عثمانوالہ نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ:

لیکن حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھی سنتِ فجر کے علاوہ بھی تیرہ رکعتیں پڑھی ہیں۔[۲]

مولانا عبد اللہ روپڑی (م ۱۳۸۴ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

ہاں شاذ و نادر آپ نے فجر کی سنتوں کے بغیر بھی تیرہ پڑھی ہیں، اور اخیر عمر میں آپ

---

[۱] کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اس روایت کی یہ توجیہ پیش کی ہے کہ ان تیرہ رکعات میں عشاء کی دو سنتیں بھی شامل ہیں۔ انوار التوضیح (ص ۳۸۔۴۰)

جواب: یہ توجیہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصریح کے خلاف ہے، چنانچہ امام ابن خزیمہ (م ۳۱۱ھ) اور امام ابن حبان (م ۳۵۴ھ) نے اپنی اپنی صحیح (جن کی صحت خود سنابلی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ انوار التوضیح (ص ۷۵) میں حضرت عائشہؓ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں: كَانَ يُصَلِّيْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ اللَّيْلِ، ثُمَّ إِنَّهُ صَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، تَرَكَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قُبِضَ حِيْنَ قُبِضَ وَهُوَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ بِتِسْعِ رَكَعَاتٍ۔ صحیح ابن خزیمہ (۲:۴۲ ح ۱۱۶۸)، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان (۳:۳۶۲ ح ۲۶۱۶)

اس حدیث میں حضرت عائشہؓ صاف بتلا رہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے رات کو تیرہ رکعات قیام اللیل (تہجد) کی پڑھتے تھے، اور پھر ان میں سے دو رکعات ترک کر کے گیارہ رکعات پڑھنے لگے، اور پھر آخر عمر میں صرف سات رکعات (تین وتر سمیت) پڑھنے پر ہی اکتفا کرتے رہے۔ حضرت عائشہؓ کی اس وضاحت کے بعد سنابلی صاحب کی ذکر کردہ تمام تاویلات ھباءً منثورًا ہو جاتی ہیں، کیونکہ مولانا مبارکپوری وغیرہ علمائے غیر مقلدین نے تصریح کی ہے کہ راوی خصوصاً مجتہد صحابیؓ (جیسے حضرت عائشہؓ ہیں) اپنی روایت کے مطلب کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے۔ ابکار المنن (ص ۴۷، ۱۴۷)، مقالات راشدیہ (۵:۱۹۴)

[۲] رکعات التراویح (ص ۵)، مجموعہ رسائل حافظ عبد اللہ غازی پوری (ص ۳۳۵)، فتاویٰ علمائے حدیث (۶:۲۱۱)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نے کمزوری کی وجہ سے گیارہ سے بھی کم کر دی تھیں۔ [۱]

مولانا محمد صادق سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں:

حضرت مسروقؒ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے متعلق پوچھا تو جنابہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ: کبھی سات رکعتیں، کبھی نو اور کبھی گیارہ رکعتیں مع وتر پڑھتے۔ [۲]

نیز سیالکوٹی صاحبؒ لکھتے ہیں:

سات رکعت تہجد میں اگر وتر ایک رکعت پڑھیں تو تہجد چھ رکعت ہوئی۔ اور اگر وتر تین رکعت پڑھیں تو نماز تہجد چار رکعت ہوئی۔ [۳]

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۳۷۵) رقمطراز ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام لیل کی رکعات حضرت عائشہؓ سے مختلف مروی ہیں، ۱۳ بھی، ۱۱ بھی، ۹ بھی، اور ۷ بھی۔ [۴]

مولوی محمد قاسم خواجہ لکھتے ہیں:

عائشہ صدیقہؓ قیام نبوی کے بارے میں فرماتی ہیں: یہ سات یا نو یا گیارہ رکعتیں ہوتی تھیں، علاوہ فجر کی دو سنتوں کے۔ [۵]

اسی طرح مولانا نذیر احمد صاحب (م ۱۳۸۵ھ) تحریر کرتے ہیں:

---

[۱] اہلحدیث کے امتیازی مسائل (ص ۹۴)

[۲] صلوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۳۶۹)

[۳] ایضاً

[۴] انارۃ المصابیح (ص ۶۷)

[۵] حیَّ علی الصلوۃ (ص ۳۰)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حضرت عائشہؓ کا خود بخاری شریف (۱:۱۵۳) میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سات بھی پڑھتے تھے نو بھی اور گیارہ بھی۔ [۱]

اکابر علمائے غیر مقلدین میں سے مولانا عبد الجبار غزنویؒ (م ۱۳۳۱ھ) لکھتے ہیں:

تہجد کی نماز دو رکعت سے بارہ رکعت تک ہے، یہ نماز بطور تراویح کے پڑھنا چاہیے۔ [۲]

ان مذکورہ بالا بیانات میں اکابر علمائے غیر مقلدین یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز میں دو رکعات سے لے کر بارہ رکعات تک ثابت ہے۔ [۳]

پس جب خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کی

---

[۱] انوار المصابیح (ص ۷۳)

[۲] فتاوی غزنویہ (۱:۴۱۶)، فتاوی علمائے حدیث (۴:۲۴۱)

[۳] بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چودہ اور سولہ رکعات پڑھنا بھی ثابت ہے، جیسا کہ ذیل کی دو روایات سے معلوم ہو رہا ہے:

(۱) عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ سَبْعَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ اللَّيْلِ۔ مصنف عبد الرزاق (۲:۴۰۹ ح ۴۷۲۲) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (۳ وتر سمیت) سترہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے، البتہ یہ روایت مرسل ہے، اور حصہ اول میں بحوالہ محدثین وعلمائے غیر مقلدین گزر چکا ہے کہ مرسل ائمہ ثلاثہ سمیت جمہور علماء کے نزدیک مطلقاً حجت ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک مرسل معتضد (جس کی تائید کسی دوسری روایت سے ہوتی ہو، اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو) حجت ہے، اور یہ روایت بھی اگلی حدیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے مرسل معتضد ہے، جو کہ بالاتفاق حجت ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ وَلِيْدٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، قَالَ، سُئِلَ عَلِيٌّ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ سِتَّ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔ مسند احمد بن حنبل (زیادات عبد اللہ، ح ۱۲۳۴، ۱۲۴۱) پیشوائے غیر مقلدین علامہ ابن حزمؒ (۴۵۶ھ) نے اس روایت کے راوی ابو اسحاق سبعیؒ کی تدلیس کو غیر مضر قرار دیا ہے۔ احکام الاحکام (۱:۱۳۶) اسی طرح اس روایت کے بعض طُرق میں ''النہار'' کے الفاظ کا مذکور ہونا بھی کوئی مضر نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن دونوں میں سولہ سولہ رکعات نفل پڑھتے ہوں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تعداد میں مختلف روایات مروی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آٹھ سے کم اور آٹھ سے زائد رکعات پڑھنا بھی ثابت ہے، اور ان سب روایات کی صحت خود علمائے غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے تو پھر غیر مقلدین حضرات یہ کیسے دعوٰی کر سکتے ہیں کہ صرف آٹھ رکعات تراویح پڑھنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

ع بسوخت عقل زحیرت ایں چہ بوالعجبیست

جواب سابع:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں اس قدر اختلافات (جن کا صرف ہلکا سا نمونہ آپ نے علمائے غیر مقلدین کے مذکورہ بالا بیانات میں ملاحظہ کیا ہے) کو دیکھتے ہوئے بعض محدثین نے اس حدیث کو ہی مضطرب قرار دیا ہے۔

مثلاً شیخ الاسلام امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

”وَالْفَاظُ الْاَحَادِيْثِ عَنْ عَائِشَةَ فِيْ ذٰلِكَ مُضْطَرِبَةٌ جِدًّا۔“[۱]

”رات کی نماز سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کے الفاظ میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔“

نیز امام موصوف لکھتے ہیں:

”فَلَمَّا اخْتَلَفَتِ الْاٰثَارُ عَنْ عَائِشَةَ فِيْ كَيْفِيَّةِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِاللَّيْلِ هٰذَا الْاِخْتِلَافَ، وَتَدَافَعَتْ وَاضْطَرَبَتْ، لَمْ يَكُنْ فِيْ شَيْءٍ مِّنْهَا حُجَّةٌ عَلٰى غَيْرِهٖ“[۲]

”پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

---

[۱] التمہید شرح الموطاَ (۱۸۲:۵)

[۲] ایضاً (۴۱۴:۷)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

احادیث میں یہ اس قدر اختلاف ہے، اور یہ روایات باہم اتنی مخالف اور مضطرب ہیں تو پھر ان میں سے کوئی بھی روایت دوسری کے مقابلے میں حجت نہیں ہے۔"

علامہ محمد شوکانیؒ غیر مقلد (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

" وَلِاَجْلِ هٰذَا الْاِخْتِلَافِ نَسَبَ بَعْضُهُمْ حَدِيْثَهَا اِلَى الْاِضْطِرَابِ۔"[۱]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ان اختلافات کی وجہ سے بعض علمائے محدثین نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کیا ہے۔"

علامہ امیر یمانیؒ (م ۱۱۸۲ھ) غیر مقلد تحریر کرتے ہیں:

"وَلَمَّا اخْتَلَفَتْ اَلْفَاظُ حَدِيْثِ عَائِشَةَ زَعَمَ الْبَعْضُ اَنَّهٗ حَدِيْثٌ مُضْطَرِبٌ۔"[۲]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ میں اختلاف کی وجہ سے بعض محدثین کے خیال میں یہ حدیث مضطرب ہے۔"

غیر مقلدین کے مسلمہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

"وَاضْطَرَبَ قَوْمٌ فِيْ هٰذَا الْاَصْلِ۔"[۳]

"محدثین کی ایک جماعت نے اس اصل (حدیث عائشہؓ) کو مضطرب قرار دیا ہے۔"

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"قَالَ الْقُرْطُبِيُّ: اُشْكِلَتْ رِوَايَاتُ عَائِشَةَ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ اَهْلِ

---

[۱] نیل الاوطار (۱:۵۰۰)

[۲] سبل السلام (۲:۱۴)

[۳] الفتاویٰ الکبریٰ (۱:۱۲۷)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اَلْعِلْمِ حَتّٰی نَسَبَ بَعْضُهُمْ حَدِیْثَهَا اِلَی الْاِضْطِرَابِ۔"[1]

"علامہ ابوعباس قرطبیؒ (م ۶۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات (میں تطبیق دینے میں) مشکل پیش آئی ہے، یہاں تک کہ بعض اہلِ علم نے ان کی اس حدیث کو ہی اضطراب کی طرف منسوب کر دیا ہے۔"

اب جن محدثین نے اس حدیث کو مضطرب قرار دیا ہے، ان کی تحقیق کی رو سے تو یہ حدیث ہی ناقابل حجت ہے۔ جیسا کہ امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) کی تصریح گزر چکی ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحبؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ:

حدیث مضطرب قابل احتجاج نہیں ہو سکتی۔[2]

جواب ثامن:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں اختلاف کی وجہ سے جن علماء نے اس حدیث کو مضطرب قرار دیا ہے، اُن کے نزدیک تو یہ حدیث قابل احتجاج ہے ہی نہیں، لیکن ان کے بالمقابل دیگر علمائے کرام جنہوں نے اس کو مضطرب کہنے کی بجائے اس کی سب روایات میں تطبیق کا راستہ اختیار کیا ہے، ان کی تحقیق کی رُو سے بھی اس حدیث سے صرف آٹھ رکعات تراویح پر استدلال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ ان علماء کے نزدیک اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام راتوں کی نماز کا حال مذکور نہیں، بلکہ ان کے نزدیک یا تو اس روایت میں اکثر راتوں کا ذکر ہے، اور یا یہ تمام روایات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اوقات اور مختلف احوال سے متعلق ہیں۔ چنانچہ امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ)، قاضی عیاض مالکیؒ (م ۵۴۴ھ) سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں تطبیق نقل کرتے

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری (۳: ۲۶)

[2] تحقیق الکلام (۲: ۷)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہوئے فرماتے ہیں:

”وَاَمَّا الْاِخْتِلَافُ فِيْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ فَقِيْلَ هُوَ مِنْهَا، وَقِيْلَ مِنَ الرُّوَاةِ عَنْهَا، فَيَحْتَمِلُ اَنَّ اِخْبَارَهَا بِاِحْدٰى عَشْرَةَ هُوَ الْاَغْلَبُ، وَبَاقِيْ رِوَايَاتِهَا اِخْبَارٌ مِنْهَا بِمَا كَانَ يَقَعُ نَادِرًا فِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ، فَاَكْثَرُهُ خَمْسَ عَشْرَةَ بِرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، وَاَقَلُّهُ سَبْعٌ، وَذٰلِكَ بِحَسْبِ مَا كَانَ يُحْصَلُ مِنِ اتِّسَاعِ الْوَقْتِ اَوْضَيْقِهِ بِطُوْلِ قِرَاءَةٍ كَمَا جَاءَ فِيْ حَدِيْثِ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَوْلِنَوْمٍ اَوْعُذْرِ مَرَضٍ اَوْغَيْرِهِ، اَوْفِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ عِنْدَ كِبَرِ السِّنِّ، كَمَا قَالَتْ: فَلَمَّا اَسَنَّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰى سَبْعَ رَكَعَاتٍ۔“[1]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو اختلاف ہے، اس کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اختلاف خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے منقول ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اختلاف ان سے نقل کرنے والے راویوں کی طرف سے ہے ، چنانچہ احتمال ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گیارہ رکعات کے بارے میں جو خبر دی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادت ہو، اور انہوں نے اپنی دیگر روایات میں جو خبر دی ہے وہ ان صورتوں پر محمول ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات میں صادر ہوئیں۔ پس یہ دو رکعات سنت فجر ملا کر زیادہ سے زیادہ پندرہ رکعات، اور کم سے کم سات رکعات ہیں، یا یہ وقت کی فراخی اور تنگی کے پیش نظر قرأت میں طول (یا اختصار) ہوتا تھا، جیسا کہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آتا ہے، یا نیند یا بیماری وغیرہ کے عذر یا بڑھاپے کی وجہ سے بعض اوقات ایسا ہوتا رہا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

[1] شرح صحیح مسلم للنووی (۶:۲۵) طبع مؤسسۃ قرطبۃ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بوڑھے ہو گئے تو آپ ﷺ سات رکعتیں پڑھتے تھے[۱]... وغیرہ وغیرہ

آخر میں قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ:

''وَلَا خِلَافَ اَنَّہٗ لَیْسَ فِیْ ذٰلِكَ حَدٌّ لَایُزَادُ عَلَیْہِ وَلَا یُنْقَصُ

---

[۱] (ف) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا آخری معمول رات کی نماز میں تین وتر سمیت سات رکعتیں پڑھنے کا تھا۔ مولانا عبداللہ روپڑیؒ (م ۱۳۸۴ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ: اخیر عمر میں آپ ﷺ نے کمزوری کی وجہ سے گیارہ (رکعات) سے بھی کم کر دی تھیں۔ اہلحدیث کے امتیازی مسائل (ص ۹۴)

اب غیر مقلدین جو اپنے آپ کو قرآن و حدیث کا بلا شرکت غیرے عامل اور محدثین کا مُتبع سمجھتے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ گیارہ رکعات کو سنت کہنے کی بجائے سات رکعات کو سنت کہیں، کیونکہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں نے اپنی اپنی صحیح میں احادیث نبویہ پر عمل پیرا ہونے کے لیے یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ اِنَّمَا یُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۶۸۹، ۴۲۷۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۷۴، ۲۵۷۵) کہ نبی ﷺ کا جو بالکل آخری عمل ہو گا وہ لیا جائے گا۔ اس ضابطہ کو مولانا محمد گوندلویؒ (م ۱۴۰۵ھ) اور ان کے شاگرد مولانا عبدالمنان نور پوریؒ (م ۱۴۳۳ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے۔ مقالات مولانا گوندلوی (ص ۴۷۸)، مکالمات نور پوری (ص ۲۰۳)

مولانا محمد ابوالقاسم بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں: اصولِ حدیث کا متفقہ مسئلہ ہے کہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل لیا جاتا ہے۔ حسن الصناعۃ (ص ۱۴)۔ اس ضابطہ کی رُو سے رسول اللہ ﷺ کی سنت تین وتر سمیت سات رکعات بنتی ہے، لیکن غیر مقلدین اس کے برخلاف صرف گیارہ رکعات کو سنت کہتے ہیں، نہ گیارہ سے کم اور نہ گیارہ سے زائد کو۔ معلوم ہوا کہ غیر مقلدین نہ تو قرآن و حدیث پر عمل پیرا ہونے کے دعویٰ میں سچے ہیں اور نہ وہ (امام بخاریؒ وغیرہ) محدثین کرام کی تصریحات کو مانتے ہیں۔ ہم اس موقع پر غیر مقلدین حضرات کو ان ہی کے ایک مشہور عالم مولانا محمد جونا گڑھی (م ۱۳۶۰ھ) کا ایک شعر یاد دلاتے ہیں۔

بنتے ہو وفادار تو وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مِنْهُ، وَاَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ مِنَ الطَّاعَاتِ الَّتِيْ كُلَّمَا زَادَ فِيْهَا زَادَ الْاَجْرُ، وَاِنَّمَا الْخِلَافُ فِيْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا اخْتَارَهُ لِنَفْسِهٖ، وَاللهُ اَعْلَمُ۔"[۱]

"اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ رات کی نماز میں (رسول اللہ ﷺ کی طرف سے) کوئی ایسی حد مقرر نہیں کہ جس میں کمی یا زیادتی نہ کی جاسکے، اور رات کی نماز ان نیکیوں میں سے ہے کہ وہ جتنی بھی زیادہ کی جائے ثواب بڑھتا جائے گا۔ اختلاف تو صرف اس بات میں ہے کہ نبی ﷺ کا عمل کیا تھا اور انہوں نے اپنے لیے کیا پسند فرمایا۔" واللہ اعلم۔

شارح بخاری وہدایہ امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

"قَدْ وَقَعَ اِخْتِلَافٌ كَثِيْرٌ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فِيْ اَعْدَادِ الرَّكَعَاتِ فِيْ صَلَاتِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي اللَّيْلِ، فَهٰذَا اِمَّا عَنِ الرُّوَاةِ عَنْهَا، وَاِمَّا عَنْهَا بِاِعْتِبَارِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْ عَنْ حَالَاتٍ مِنْهَا مَاهُوَ الْاَغْلَبُ عَنْ فِعْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَمِنْهَا مَاهُوَ نَادِرٌ، وَمِنْهَا مَاهُوَ بِحَيْثُ اِتِّسَاعِ الْوَقْتِ وَضَيْقِهٖ۔"[۲]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق بیانات میں بہت زیادہ اختلاف واقع ہوا ہے، یہ اختلاف یا تو ان راویوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، یا یہ اختلاف خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وارد ہوا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ انہوں نے بعض دفعہ نبی ﷺ کے عمل کی اکثر حالت بیان

---

[۱] ایضاً

[۲] البنایۃ فی شرح الہدایۃ (۶۱:۳)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کی، اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی نادر صورت کو بتایا، اور بسا اوقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے وسعتِ وقت اور کبھی تنگی وقت کی نشاندہی فرمائی۔ یعنی جب آپ ﷺ کے پاس وقت زیادہ ہوتا تو آپ ﷺ زیادہ رکعات پڑھتے، اور جب وقت تنگ ہوتا تو آپ ﷺ رکعات کی تعداد کم کر دیتے''۔

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان مختلف روایات میں یوں تطبیق بیان فرمائی ہے:

''وَالصَّوَابُ اَنَّ کُلَّ شَیْءٍ ذَکَرَتْهُ مِنْ ذٰلِکَ مَحْمُوْلٌ عَلٰی اَوْقَاتٍ مُتَعَدِّدَةٍ وَاَحْوَالٍ مُخْتَلِفَةٍ۔''[۱]

''درست بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کی نماز سے متعلق جتنی روایات بیان فرمائی ہیں وہ متعدد اوقات اور مختلف احوال پر محمول ہیں۔''

اسی طرح علمائے غیر مقلدین میں سے قاضی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) اور علامہ امیر یمانی (م ۱۱۸۲ھ) نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان روایات میں یہی تطبیق دی ہے کہ یہ سب روایتیں رسول اللہ ﷺ کے متعدد اوقات اور مختلف احوال سے متعلق ہیں، اور یہ سب صورتیں جائز ہیں۔[۲]

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا میاں غلام رسول صاحبؒ (م ۱۲۹۱ھ) نے بھی اپنے رسالہ ''تراویح'' میں ان روایات میں مختلف تطبیقات ذکر کی ہیں، اور اس دعوے کو غلط ثابت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعات والی روایت میں رسول

---

[۱] فتح الباری (۲۶:۳)

[۲] نیل الاوطار (۵۰۰:۱)، سبل السلام (۱۴:۲)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اللہ ﷺ کا دائمی عمل مذکور ہے۔[۱]

اب جن علمائے کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں اضطراب کی تصریح کرنے کے بجائے ان سب روایات میں یہ تطبیقات ذکر کی ہیں، ان کے نزدیک بھی آٹھ رکعات (یا گیارہ رکعات مع الوتر) نبی کریم ﷺ کا دائمی عمل نہیں تھا، بلکہ ان کے ہاں مختلف موقعوں پر آپ ﷺ سے آٹھ سے زائد اور آٹھ سے کم رکعات پڑھنا بھی ثابت ہے۔

اور مولانا نذیر احمد رحمانی ؒ (م ۱۳۸۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

جس عدد کا پڑھنا ایک دفعہ بھی ثابت ہو وہ بے شک سنت ہے۔[۲]

مولانا ابو القاسم بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں:

کوئی کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ایک بار بھی ثابت ہو جائے تو اس پر مواظبت کی جا سکتی ہے۔[۳]

چہ جائیکہ جس عدد کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد بار پڑھنا ثابت ہو۔ لہٰذا ان علمائے کرام کی تحقیق میں بھی صرف آٹھ رکعات پڑھنا ہی سنت نہیں، بلکہ کبھی آٹھ سے کم اور کبھی آٹھ سے زائد رکعات پڑھنا اور آٹھ رکعات پڑھنے کی ہیئت کو بدلنا بھی سنت ہے۔

اور یہ بات صرف ہم نہیں کہتے بلکہ یہ بات خود غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم مولانا میاں غلام رسول صاحب ؒ (م ۱۲۹۱ھ) بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ میاں صاحب ؒ فرماتے ہیں:

پس جو کچھ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ رمضان اور غیر

---

[۱] ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح (ص ۴۸۔ ۵۳)

[۲] انوار المصابیح (ص ۶۴)

[۳] حسن الصناعۃ (ص ۵۴)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

رمضان میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے، یہ خبر دینا بھی ان کا اپنی باری کے دنوں کا ہے جو سال میں چھتیس دن ان کی باری کے ہوتے تھے، اور خود حضرت عائشہؓ اور اس طرح دوسرے حضرات (صحابہ کرامؓ) سے (گیارہ رکعات سے) کمی بیشی کی روایات پہلے گزر چکی ہیں۔ لہٰذا گیارہ رکعات کی ہیئت کو بدلنا اور اس کا تغیر کرنا بھی سنت ہوا۔"[۱]

بنابریں موجودہ غیر مقلدین کا حدیثِ عائشہؓ سے استدلال کرتے ہوئے صرف آٹھ رکعات پر اقتصار کرنا اور اسی عدد کو سنت کہنا خود بخود باطل ہو گیا۔

جواب تاسع:

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ صرف آٹھ رکعات کا پڑھنا ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفہ راشد ان میں اضافہ فرما دیا، اور تراویح کی بیس رکعات مقرر کر دیں، تو اب صرف آٹھ رکعات کا پڑھنا سنت نہیں، بلکہ پوری بیس رکعات کا پڑھنا ہی سنت ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان " عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ۔" الحدیث۔ [۲] "تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت لازم ہے" میں اپنی سنت کی طرح اپنے خلفائے راشدین کی سنت کو بھی امت کے لیے لازمی اور ضروری قرار دیا ہے۔

شیخ الاسلام امام تقی الدین سُبکی شافعیؒ (م ۷۵۶ھ) اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

" فَلَوْلَمْ يَكُنْ فِيْ هٰذَا الْعَدَدِ الْخَاصِ اِلَّا اجْتِهَادَ عُمَرَ، وَاَخْذَ

---

[۱] ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح (ص ۵۴، ۵۵)

[۲] جامع الترمذی (۲: ۹۴، رقم الحدیث ۲۶۷۶)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جَمِيعِ النَّاسِ بِهِ لَدَلَّ عَلَى حُسْنِهِ وَاسْتِحْبَابِهِ وَعَدَمِ إِنْكَارِهِ، فَالْتَحَقَ بِالسُّنَنِ لِذٰلِكَ، وَلِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ۔"[1]

"سو اگر اس عدد خاص (۲۳ رکعات) میں کوئی اور دلیل نہ بھی ہو، سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے، اور سب لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے اس کو قبول کرنے کے، تو یہی اس کے اچھا، مستحب، اور منکر نہ ہونے کے لیے بطور دلیل کافی ہے، چنانچہ اس وجہ سے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: تم پر میری اور میرے بعد آنے والے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، کی وجہ سے یہ عدد (۲۳ رکعات) مسنون اعمال میں شمار ہوتا ہے۔

اور پھر اس پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

"فَإِذَا رَأَيْنَا شَخْصًا فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ أَخَذَ بِإِحْدَى عَشْرَةَ فِيْ حَقِّ نَفْسِهِ، لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ فِيْ فِعْلِهِ، لِأَنَّ ذٰلِكَ مِنَ النَّوَافِلِ، مَنْ شَاءَ زَادَ وَمَنْ شَاءَ نَقَصَ أَوْ تَرَكَ، لٰكِنَّا نُحَذِّرُهُ مِنَ الرَّغْبَةِ عَمَّا فَعَلَهُ عُمَرُ أَوْ إِعْتِقَادٍ أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ السُّنَّةِ، لِأَنَّ فِيْ ذٰلِكَ إِزْرَاءٌ عَلَيْهِ وَعَلَى سَائِرِ الصَّحَابَةِ وَعَلَى السَّلَفِ وَالْخَلَفِ۔"[2]

"سو اگر اس زمانے میں ہم کسی ایسے شخص کو دیکھیں کہ وہ ذاتی طور پر گیارہ رکعات اختیار کرتا ہے، تو اس کے اس انفرادی فعل پر اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا، کیونکہ یہ نفلی عبادت ہے (فرض نہیں) جو چاہے زیادہ پڑھے، جو چاہے کم پڑھے، یا بالکل نہ پڑھے، لیکن اگر اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل (تئیس رکعات) سے بے رغبتی

---

[1] ضوء المصابیح (ص ۳۳۷)

[2] ایضاً (ص ۳۴۲)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دکھائی، یا یہ اعتقاد رکھا کہ یہ سنت نہیں ہے، تو پھر اس کو تنبیہ کی جائے گی، کیونکہ اس میں حضرت عمر سمیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم، اور سب سلف وخلف کی توہین ہے۔"

اور پھر امام موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مساجد میں تئیس رکعات کو گیارہ رکعات سے بدلنے کی کوشش کرے گا تو اس کو ہم سختی سے منع کریں گے، اور اس کو آثار سلف سے جاہل، اور خلفائے راشدین کی سنت سے بے رغبتی کرنے کی وجہ سے بدعتی قرار دیں گے۔[۱]

نیز غیر مقلدین کے معتدل اور انصاف پسند علماء بھی صرف آٹھ رکعات تراویح کو ہی سنت نہیں کہتے، بلکہ وہ بیس رکعات کو بھی سنت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے مجدد العصر نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (م ۱۳۰۷ھ) اس نکتہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

"مقصود آنکہ یازدہ رکعت از آنحضرت ﷺ مروی گشتہ وبست رکعت زیادت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب ست وسنت نبویہ در زیادت عمریہ مغمور پس آتی بزیادت عامل بسنت ہم باشد۔"[۲]

"مقصود یہ ہے کہ گیارہ رکعتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں، اور بیس رکعتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اضافہ سے ہوئی ہیں۔ اضافہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ تعداد میں سنت نبوی داخل وشامل ہے، لہٰذا بڑھائی ہوئی تعداد (بیس رکعات) پر عمل کرنے والا بھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) سنت پر عمل کرنے والا ہے۔"

مولانا میاں غلام رسول صاحبؒ (م ۱۲۹۱ھ) اپنے رسالہ "تراویح" کے خطبہ میں ارقام فرماتے ہیں:

بیس رکعات تراویح ادا کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت بھی ادا ہو جاتی ہے،

---

[۱] ایضاً

[۲] ہدایۃ السائل (ص ۱۳۸) مطبوعہ مطبع شاہجہانی بھوپال، فتاویٰ نواب صدیق حسن خان مترجم (۱: ۳۴۷) مطبوعہ دار ابی الطیب گوجرانوالہ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور حضرات خلفائے راشدین کی سنت بھی، اور اس میں اجر بھی زیادہ ہے۔"[۱]

اب اگر غیر مقلدین حضرات اپنے اکابر کا یہ فیصلہ تسلیم کرلیں تو تراویح کے مسئلہ میں اختلافات کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ دیدہ باید!

جواب عاشر:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث پر غیر مقلدین کا خود اپنا عمل نہیں، بلکہ ان کا عمل تو اس حدیث کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ:

① اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا سال یہ نماز پڑھتے تھے، جب کہ غیر مقلدین اس نماز کو صرف ماہ رمضان میں التزام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

② حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آٹھ رکعت چار چار رکعت کی نیت سے دو سلام میں پڑھتے تھے۔[۲]

جب کہ غیر مقلدین ان آٹھ رکعتوں کو دو دو کرکے چار سلاموں میں پڑھتے ہیں۔

③ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین وتر پڑھتے تھے۔ اور مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری صاحب (م ۱۳۵۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

ظاہر یہی ہے کہ وتر کی یہ تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ تھیں۔[۳]

جب کہ غیر مقلدین صرف ایک وتر پڑھتے ہیں، اور اگر کوئی تین وتر پڑھتا بھی ہے تو دو سلام کے ساتھ[۴]

---

[۱] ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح (ص ۲۳)

[۲] صلوٰۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ص ۳۷۰)

[۳] تحفۃ الاحوذی (۲:۵۱۸)

[۴] زبیر علی زئی لکھتے ہیں: تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باسند صحیح ثابت نہیں ہیں۔ ھدیۃ المسلمین (ص ۵۴)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

④ اس حدیث میں ہے کہ پیغمبر عالم ﷺ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے، جب کہ غیر مقلدین وتر سونے سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔

⑤ مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ آٹھ رکعتیں نہایت خوبی اور درازی کے ساتھ پڑھتے تھے، لیکن غیر مقلدین یہ آٹھ رکعتیں مختصر اور ہلکی پھلکی پڑھتے ہیں۔

⑥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں جس نماز کا تذکرہ کر رہی ہیں وہ آپ ﷺ آخر شب (سحری کے وقت) پڑھتے تھے۔ [۱] لیکن غیر مقلدین تراویح نماز عشاء کے متصل بعد پڑھتے ہیں۔

⑦ آنحضرت ﷺ یہ نماز سونے کے بعد پڑھتے تھے۔ جب کہ غیر مقلدین یہ نماز سونے سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔

مولانا میاں غلام رسول صاحبؒ (م ۱۲۹۱ھ) اس حدیث سے متعلق اپنے ہم مسلکوں کے دوغلہ پن کو آشکارا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے بعد یہ نماز پڑھتے تھے، اور یہ (غیر مقلدین) سونے سے پہلے پڑھ لیتے ہیں، پس اتنے تغیرات کو یہ مخالف سنت نہیں سمجھتے، بس صرف بیس (۲۰) کے عدد کو مغیّر سنت قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو انصاف سے کام لے، اور تعصب نہ کرے۔ [۲]

⑧ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کا یہ نماز گھر میں پڑھنا مذکور ہے (کیونکہ حدیث ھٰذا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے درمیان بات چیت کرنے کا جو ذکر ہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ نماز آپ ﷺ گھر میں ہی پڑھتے تھے) بلکہ ایک روایت میں تو رسول اللہ ﷺ نے نماز تراویح کو گھر میں پڑھنے کا حکم فرمایا۔ [۳]

---

[۱] حی علی الصلوۃ (ص ۳۶) بحوالہ صحیح البخاری (۱: ۱۵۴) از خواجہ محمد قاسم غیر مقلد۔

[۲] رسالہ تراویح (ص ۵۹) از مولانا غلام رسول صاحب غیر مقلد

[۳] صحیح البخاری رقم الحدیث: (۷۳۱)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

لیکن غیر مقلدین اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تراویح مسجدوں میں پڑھتے ہیں۔

مولانا میاں غلام رسول صاحبؒ (م ۱۲۱۹ھ) نے اس پر بھی اپنے ان ہم مسلکوں کے اس دوغلہ پن کی مذمت میں لکھا ہے:

انہوں نے جگہ کو بدل دیا ہے، کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آدمی کے لیے بہتر یہ ہے کہ (غیر فرضی) نماز گھر میں ہو، حالانکہ وہ مسجدوں میں جمع ہو کر پڑھتے ہیں۔ [۱]

⑨ حدیث میں مذکورہ نماز کو آپ ﷺ نے بلا جماعت ادا فرمایا، لیکن غیر مقلدین اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، بلکہ ان کے "فتاویٰ علمائے حدیث" (۶: ۲۴۳) میں تو تراویح کے لیے جماعت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔

⑩ اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ آٹھ رکعات پڑھنے کے بعد وتر بھی بلا جماعت پڑھتے تھے، لیکن غیر مقلدین پورا رمضان وتر کو تراویح کے ساتھ باجماعت پڑھتے ہیں۔

غیر مقلدین حضرات نے اس حدیث کی صرف ایک شق (آٹھ رکعات) کو تو لے لیا، لیکن اس حدیث کی دیگر شقوں کو جو ان کے مؤقف کے خلاف تھیں، ٹھکرا دیا۔ گویا

ع میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو

اسی طرح وہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کرنے کی وجہ سے اپنے اوپر وارد شدہ اعتراضات کا جواب دینے کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ طریقۂ جماعت سے تو استدلال کرتے ہیں، لیکن ان کی مقرر کردہ بیس رکعات والی سنت کو ترک کر دیتے ہیں۔

یہ لوگ بھی غضب ہیں، دل پر یہ اختیار!
شب موم کر لیا سحر آہن بنا لیا

---

[۱] ینابیع (ص ۵۸)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حضرات! یہ ہے غیر مقلدین کی آٹھ تراویح کے اثبات میں پہلی اور مرکزی دلیل جس کو وہ اپنے زعم میں ایک غیر متزلزل پہاڑ سمجھتے ہیں، لیکن بحمد اللہ! ہمارے ذکر کردہ ان دس جوابات (جو غیر مقلدین کے اپنے مسلّمات اور ان کے اکابر کی تصریحات کی روشنی میں ذکر کیے گئے ہیں) سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کا غیر مقلدین کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اس حدیث سے ان کا مدّعا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔ ان دس جوابات کے علاوہ اس دلیل کے اور بھی کئی جوابات ہمارے پیش نظر ہیں، لیکن طوالت کے خوف سے ان ہی دس جوابات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ انصاف پسند کے لیے یہی دس جوابات کافی ہیں۔

تلك عشرة كاملة- وفيه كفاية لمن له هداية

دلیل نمبر ۲: حدیث جابر انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں نماز پڑھائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے۔ [۱]

جواب نمبر ۱:

یہ حدیث غیر مقلدین کے بیان کردہ قاعدہ کے موافق منقطع ہے، کیونکہ اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی عیسیٰ بن جاریہؒ ہیں، جن کے متعلق حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”مِنَ الرَّابِعَة“[۲] ”کہ وہ چوتھے طبقہ کے راوی ہیں“

---

[۱] تعداد رکعات قیام رمضان (ص ۱۶) بحوالہ صحیح ابن خزیمہ (۲: ۱۳۸)، صحیح ابن حبان (۴: ۶۴)

[۲] تقریب التهذیب (۱: ۷۶۹)

[Website: DifaAhleSunnat.com]